اربابِ بست وکشاد کی خدمت میں!

وطن عزیز میں ۱۸ فروری ۲۰۰۸ء کے عام انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے والی جماعتوں کی مخلوط حکومت مرکز اور چاروں صوبوں میں تشکیل پا چکی ہے۔ گزشتہ آٹھ برسوں کے دورِ آمریت کے بعد نئے جمہوری دَور کے آغاز سے عوام نے بہت کچھ امیدیں وابستہ کر لی ہیں اور لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اب شاید ان کے مسائل کا خاتمہ ہو ہی جائے گا۔ حکومت نے بھی آتے ہی تبدیلیٔ نظام کے بلند بانگ دعوے کرنا شروع کر دیے ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ہمارے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب اس سرزمین میں خدا کا قانون نافذ کر دیا جائے کہ یہی مملکت خداداد پاکستان کا مقصدِ وجود ہے' جسے یکسر فراموش کر دیا گیا ہے۔ وطنِ عزیز کو دنیا کے نقشے پر ظہور پذیر ہوئے ساٹھ برس سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے' مگر ہمارے مسائل میں کمی کے بجائے ہر گزرتے لمحے اضافہ ہی ہوا ہے۔ اس کی اہم ترین وجہ یہی ہے کہ ہم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے عطا کردہ نظامِ زندگی (دین اسلام) کو اپنانے کی بجائے انسانوں کے وضع کردہ ظلم واستحصال پر مبنی طاغوتی نظاموں کو اختیار کر رکھا ہے۔ اس لیے ہمارا بنیادی مطالبہ اور مسائل کے حل کے لیے بہترین تجویز تو یہ ہے کہ ملک میں کتاب وسنت کا نفاذ عمل میں لایا جائے کہ یہ حکومت کی اوّلین ذمہ داری بھی ہے اور قیامِ پاکستان کا مقصدِ وحید بھی۔

لیکن سابقہ تلخ تجربات کی بنا پر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ حکومت کے ہاتھوں نفاذِ اسلام کے خواب کا شرمندۂ تعبیر ہونا قریب قریب ناممکنات میں سے نظر آتا ہے کہ اس کی انتخابی مہم اور موجودہ حکمت عملی میں نفاذِ شریعت نام کی کوئی شے سرے سے موجود ہی نہیں۔ اس لیے لمبی چوڑی امیدیں باندھنے کے بجائے حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے ہم نومنتخب حکومت کی خدمت میں چند ایسی تجاویز پیش کرنا چاہتے ہیں جو اس کے اُن نعروں اور وعدوں ہی سے متعلق ہیں جن کی بنا پر وہ موجودہ الیکشن میں کامیابی سے ہمکنار ہوئی ہے:

(۱) آپ کی اپنی تشخیص کے مطابق پاکستانی قوم کا اِس وقت سب سے بڑا مسئلہ غربت' بے روزگاری اور مہنگائی ہے۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ لوگ افلاس سے تنگ آ کر اپنے معصوم بچوں سمیت خودکشی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ہر حکومت غربت کے خاتمے کے لیے لمبے چوڑے منصوبے تشکیل دیتی ہے' لیکن کچھ ان کے نقائص اور کچھ بدعنوانی کی بنا پر ان سے خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہو پاتے۔ ہماری نظر میں اس کا آسان' قابل عمل اور یقینی حل یہ ہے کہ ''اسلامی نظامِ زکوٰۃ'' کو کما حقہٗ لاگو کر دیا جائے' جس سے حکومت کو نہ تو نت نئے اور بھاری بھرکم ٹیکس لگانے کی ضرورت پڑے گی اور نہ ہی غریبوں کو مصائب زندگی سے تنگ آ

کر اپنا چراغِ حیات گل کرنے کی نوبت پیش آئے گی۔ قیمتوں کے بڑھتے ہوئے رجحان کو کنٹرول کرنے اور زیادہ سے زیادہ ملازمتوں کے مواقع مہیا کرنے کے لیے بھی سنجیدہ اقدامات ازبس ناگزیر ہیں۔ مندرجہ بالا ایجابی اقدامات کے پہلو بہ پہلو کچھ سلبی نوعیت کے قدم بھی اٹھانے ہوں گے۔ ان میں سود کی لعنت کا کلی خاتمہ سرفہرست ہے۔ یہ وہ جرمِ عظیم ہے جسے قرآن کریم نے خدا اور رسولؐ سے اعلانِ جنگ قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں مختلف ممالک میں بلاسود بینکاری کے تجربات کی روشنی میں قابلِ عمل نظام وضع کیا جا سکتا ہے۔ نیز سرکاری و غیر سرکاری سطح پر اس حوالے سے کافی علمی و نظری کام کیا جا چکا ہے جس کی روشنی میں غیر سودی معیشت کو اپنانا قطعاً ناممکن نہیں رہا۔ لیکن اس کے لیے نیت کا صاف ہونا شرط ہے' ورنہ جان چھڑانے کے لیے ہزاروں بہانے موجود ہیں۔ ایک اور اہم کام کرنے کا یہ ہے کہ مختلف قسم کی دلفریب اور عیارانہ اسکیموں کے نام پر جو کروڑوں روپے کا جوا کھیلا جا رہا ہے اسے بیک قلم ممنوع قرار دے دیا جائے۔ سچ یہ ہے کہ غربت' بے روزگاری اور افراطِ زر کی بنیادی ترین وجہ معاشرے میں سود اور جوئے کا وجود ہے جسے جڑ سے اکھاڑ پھینکے بغیر ایک متوازن اور صالح نظامِ معیشت کا قیام کسی طور ممکن نہیں۔

(۲) دوسرا مسئلہ امن و امان کا ہے۔ سابقہ حکومت اور موجودہ سربراہِ ریاست کی ناکام' بلکہ نامراد پالیسیوں کی بنا پر پورا ملک خاک و خون کی لپیٹ میں ہے۔ اس سے نہ سکیورٹی فورسز محفوظ ہیں نہ ملک کی اعلیٰ شخصیات سمیت سویلین افراد۔ اسی طرح قبائلی علاقوں میں مغربی آقاؤں کے ایماء پر جاری آپریشن سے بھی خطے کا چین و سکون تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ اس سے نمٹنے کے لیے جہاں اپنی خارجہ پالیسی پر نظرثانی کی ضرورت ہے وہیں ملک میں موجود مقامی طالبان اور نفاذِ شریعت کے حامی مسلح افراد سے گفت و شنید کی بھی اشد ضرورت ہے۔ حکومت کا یہ اعلان قابل ستائش ہے کہ مقامی طالبان سے مذاکرات کیے جائیں گے۔ اسی طرح مولانا صوفی محمد کی رہائی بھی مستحسن قدم ہے۔ تاہم ان مذاکرات کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ملک کے معتبر علماء کو عموماً اور قبائلی علاقوں میں اثر و رسوخ رکھنے والی مذہبی قیادت کو بطور خاص اس مکالمے میں لازماً شریک کیا جائے۔

(۳) ناخواندگی اور جہالت بھی ملک کو درپیش بحرانوں میں سرفہرست ہے۔ ہمارے گرد و پیش موجود بے شمار معاشرتی برائیوں کی اصل جڑ معیاری تعلیم و تربیت کا فقدان ہے۔ اس سلسلے میں ایک اہم ضرورت تو یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو گریجویشن تک تعلیم بالکل مفت کر دی جائے۔ دوسرا قابل توجہ پہلو نصابِ تعلیم ہے' جس کی تنزلی کا یہ عالم ہے کہ یہود و نصاریٰ کے کہنے پر قرآن کے وہ حصے نصاب سے نکال باہر کر دیے گئے ہیں جن میں ظالموں کے ظلم کے خلاف جدوجہد کا درس دیا گیا ہے۔ ہر طرح کے دباؤ کو مسترد کرتے ہوئے نصابِ تعلیم کو مکمل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مرتب کرنا حکومتِ وقت کا اوّلین فریضہ ہے۔ دوسری طرف صورتِ حال یہ ہے کہ ملک کے اعلیٰ سرکاری تعلیمی اداروں میں موسیقی اور پرفارمنگ آرٹ کی دیگر اصناف کی باقاعدہ تعلیم کے لیے لاکھوں روپے کے فنڈز مختص کیے جا رہے ہیں جسے قرآن حکیم نے

''صوتِ شیطانی'' قرار دیا ہے۔ اس سلسلے کو فوراً ختم کرنا ہوگا کہ قرآن وسنت سے صریحاً متصادم ہونے کے ساتھ ساتھ یہ ملکی آئین کی بھی کھلی خلاف ورزی ہے جس کے مطابق ملک میں اسلامی تہذیب وثقافت پر مبنی اقدار کو فروغ دینا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جبکہ یہ الحاد پر مبنی اباحیت پسندانہ مغربی تہذیب کی مکروہ کثافتوں میں سے ایک ہے۔

(٤) ایک مسلمان قوم وملت ہونے کے پہلو سے اگر افرادِ معاشرہ کے مجموعی اخلاق وکردار کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہماری اخلاقی قدریں تیزی سے روبہ زوال ہیں۔ ان کا ایک بہت بڑا اور بنیادی سبب میڈیا کی شترِ بے مہار آزادی ہے۔ آمرانہ جبر وتسلط اور اربابِ اقتدار کی خامیوں پر تنقید اور معاشرتی اصلاح کے لیے آزادیٔ اظہارِ رائے کا ہونا ایسا مسلمہ حق ہے جس میں کسی قسم کی بحث کی گنجائش نہیں، مگر فی زمانہ میڈیا کے منفی اثرات میں اس قدر اضافہ ہو چکا ہے کہ ان پر ہمارے اخلاقی و تہذیبی نظام کی روشنی میں بعض پابندیاں ناگزیر ہو چکی ہیں۔ ہمارے سرکاری اور نجی ٹی وی چینلز سے نشر ہونے والے پروگرامز' ڈرامے اور فلمیں کئی پہلوؤں سے انتہائی تباہ کن اثرات کی حامل ہیں۔ ان سے اخلاقی وجنسی بے راہ روی پھیل رہی ہے۔ معاشرے میں فحاشی وعریانی کا عنصر روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اسی طرح جرائم اور مار دھاڑ کی ذہنیت بھی انہی ذرائع ابلاغ سے پیدا ہو رہی ہے۔ علاوہ ازیں میڈیا نشریات کا ایک اور خطرناک وبھیانک نتیجہ' جس پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے' یہ نکل رہا ہے کہ ہماری نئی نسل کا ایک بہت بڑا حصہ احساسِ کمتری' ذہنی پسماندگی اور مایوسی کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ جب کچی بستیوں کے بچے چمچماتی کاریں' وسیع وعریض بنگلے' رنگا رنگ لباس اور کھانے پینے کی متنوع اشیاء ٹی وی سکرین پر دیکھتے ہیں اور اُن تک رسائی نہیں پاتے تو وہ ہمیشہ کے لیے حسرت ویاس کا مجسم نمونہ بن جاتے ہیں۔ اس کے ردِعمل میں بعض تو غم غلط کرنے کے لیے منشیات جیسی لعنت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کچھ جرائم پیشہ افراد کے ہتھے چڑھ کر چوری وڈاکہ زنی کی وارداتیں شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح معاشرہ بہت سے ذہین وقابل افراد سے محروم ہو کر مجرموں کی آماج گاہ بن جاتا ہے۔ لہٰذا میڈیا کے ان اثراتِ بد کے خاتمے کی خاطر حکومت کو ذرائع ابلاغ کا قبلہ بھی درست کرنا ہوگا' جس کے لیے ضروری ہے کہ ایک ایسا ضابطۂ اخلاق وضع کیا جائے جس میں میڈیا کی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے اقدارِ ملی کے تحفظ وفروغ کو یقینی بنایا جائے۔

اور اب کچھ گزارشات سہ ماہی ''حکمت قرآن'' سے متعلق' جس کا یہ دوسرا شمارہ ہے۔ جیسا کہ گزشتہ شمارے کے حرفِ اوّل میں لکھا گیا تھا کہ 'حکمت قرآن' نئے دَور کا آغاز کر رہا ہے' مگر یہ آغاز بتدریج ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں شمارے کو اعلیٰ علمی وتحقیقی اسلوب میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ چنانچہ جدید اسلوبِ تحقیق کے مطابق حوالہ جات وحواشی کے التزام کے ساتھ ساتھ موضوعات کے انتخاب میں بھی اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ وہ بالکل سطحی اور روایتی نوعیت کے نہ ہوں بلکہ خالصتاً علم وتحقیق پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ عملی افادیت کے بھی حامل ہوں۔